اقبال کا اقبال

مولانا مفتی منظور حسین

آج جب کہ زمان و مکان کی پہنائیاں سمٹ کر یہ کرۂ ارض ایک عالمی گاؤں کی صورت اختیار کرتا جارہا ہے اور یہ دنیا تمام تر ترقی کے باوجود جور و استبداد کے کالی شکنجے میں جکڑی جا رہی ہے بام جہاد و اللہ آزار میں انسانی قدریں بری طرح پامال کی جارہی ہیں اور محکوم و مقہور انسانوں پر شرق تا غرب خون ریزی، ستم رسانی اور زیر دست آزادی کے وہ حربے آزمائے جا رہے ہیں کہ ہلاکو اور چنگیز کی روحیں بھی تڑپ اٹھیں ہوں گی۔

اس کے ساتھ ساتھ انتہائی مسموم میڈیا اور ٹی وی چینلز اور موبائل کے ذریعے جو عریانی اور فحاشی کی لوٹ سیل لگائی گئی ہے یہ تو طوفان اور آندھیوں کی صورت اختیار کر چکی ہے کہ جسکے سامنے کوئی بند اور دیوار کھڑی کرنے کی بجائے استسلام کیا جارہا ہے۔

؎ حمیت نام ہے جس کا گئی تیمور کے گھر سے

اس گھمبیر اندوہناک فضا میں جبکہ امت مسلمہ بد سے بدتر زوال کی اتھاہ میں گرتی چلی جارہی ہے ایک بڑی دلخراش اور روح فرسا حقیقت ہے کہ مرورِ زمانہ اس امت میں بھی افتراق و انتشار کا دروازہ کھل گیا جنہیں

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لاتفرقوا

کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ امت بھی گروہوں میں بٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اور جتھے بندی میں آئے دن کشیدگی بڑھتی چلی جارہی ہے اس پراگندہ شیرازہ کو یکجا کرنے کا طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اولیائے کاملین کی تعلیمات کو نہایت ہی شائستہ اور دل نشین پیرایہ میں پیش کیا جائے۔ پھر ان کی عقل سلیم کو اس میں غور و فکر کی دعوت دی جائے اور ہمیں یہ فرض بڑی دل سوزی سے ادا

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

اور علامہ اقبال کی اس انقلابی فکر کو عام کرنے کی ضرورت جتنی آج محسوس ہو رہی ہے میرے خیال میں شاید اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ خطہ برصغیر کے مسلمانوں میں علامہ صاحب نے اپنی انقلابی فکر اور شاعری کے ذریعے جس طرح بیداری کی نئی روح پھونک دی اور جداگانہ مسلم قومیت کے نظریہ کو ان کے رگ و پے میں اُتار کر اس تصور کو حقیقت میں ڈھالنے کے لئے قائد اعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز اور ناقابل شکست قیادت فراہم کرنے میں ایک اہم ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔

دینی، فکری اور سیاسی انتشار کے اس مادہ پرست دور میں جب کہ جدیدیت اور نام نہاد روشن خیالی کے نام پر نوجوان نسل میں تشکیک اور لادینیت (سیکولرازم) پر مبنی نظریات و خیالات کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوا دی جارہی ہے تو اب اقبال کا اقبال یہی چاہتا ہے کہ اس دور کے اقبال کو اس کے اقبال سے آگاہ کیا جائے کیونکہ یہ ساری الجھنیں اقبال سے عدم تعلق کی وجہ سے ہیں۔ جیسا کہ علامہ صاحب فرماتے ہیں۔

اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے
کچھ اس میں تمسخر نہیں واللہ نہیں ہے

اور علامہ اقبال دوسرے مقام پر اس بات کے تمنائی ہیں کہ مسلمانوں سے کھوئی ہوئی وہی دولت اگر واپس آجائے تو کیا خوب ہوگا کیونکہ اقبال کی جدائی میں بہت آنسو بہا چکا ہوں اور اب اس سے ملاقات کا تمنائی ہوں تاکہ اسے دیکھ تو لوں۔

مجھ کو بھی تمنا ہے کہ اقبال کو دیکھوں
کی اس کی جدائی میں بہت اشک فشانی

دوسرے مقام پر ہاتھوں کی کیفیت بتا رہے ہیں اور انکے ساتھ ہمیں اس سے آگاہ بھی کر رہے ہیں کہ یہ اقبال کوئی منہ کا لقمہ نہیں کہ کسی سے مانگ لیا جائے اور اسے چبا کر کھا لیا جائے بلکہ جگر کا خون دے دے کر یہ بولے ہم نے پالے ہیں کہ

خاور کی امیدوں کا یہی خاک ہے مرکز
اقبال کے اشکوں سے یہی خاک ہے سیراب

اقبال اپنے اقبال کی جستجو کو آگے بڑھاتے ہوئے ایک امید کا اظہار یوں فرماتے ہیں۔

مل ہی جائے گی کبھی منزلِ لیلیٰ اقبال
کوئی دن اور ابھی بادیہ پیمائی کر

اور اقبال کی یہی آرزو ہے۔

اقبال کے اقبال کا مقصد یہ نہیں جو انسان کے فکر و عمل کی قوتوں کو مختل یا مفلوج کر کے رکھ دے اور یہ بھی نہیں جو انسانی زندگی کو جہدِ مسلسل کی تمنیوں سے روگردانی اختیار کرنے کی ترغیب دے بلکہ اقبال کے نزدیک اقبال اس جذبے اور کیفیت کا نام ہے، جو فردِ واحد کے وجود میں سرایت کر جائے تو اس کی اجیم زندگی میں انقلاب برپا کردے اور اگر اس کا یہ تو معاشرے کی اجتماعی زندگی پر پڑ جائے تو اس کے فکر و عمل کے دھاروں کو بدل کے رکھ دے۔ اقبال کے نزدیک اقبال درج ذیل عناصر طے کے امتزاج سے وجود پذیر ہوتا ہے۔

(1) اخلاص (2) یقین (3) عمل
(4) فکر (5) حضوری

اخلاص:

ہر قسم کے حرص و طمع اور کدورت و مخالفت سے پاک قلب و باطن کی اس کیفیت کا نام ہے جہاں انسان کا تعلق بندگی اللہ تعالیٰ سے اس قدر یکسوئی اور خلوص کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے کہ اس کا ہر قول و فعل حتیٰ کہ جینا اور مرنا بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے۔

فاعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین (زمر 2)

ترجمہ: تاکہ اللہ تعالیٰ کی ایسی بندگی اختیار کریں کہ دین عمل خلوص پر اسی کے لئے خالص کردیں"۔

اسی اخلاص کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ارشاد خداوندی ہے۔

قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین (انعام 162)

ترجمہ: فرمادو کہ میری نماز میری قربانیاں میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے"۔

زندگی میں اخلاص کی یہی کیفیت اقبال کا عصر الاسیں ہے اور اقبال کا آغاز تعلق میں اخلاص کے بغیر نہیں ہوتا اور تعلق میں اخلاص کا مظہر یہ ہے کہ سب کچھ محبوب کے لئے وقف کر دیا جائے۔

یقین:

اقبال کے تصورِ اقبال کا دوسرا عنصر یقین ہے یقین وہ لازوال دولت ہے جس تک رسائی کیلئے انبیاء و رسل کو بھی عالم لاہوت و حکمت کا مشاہدہ کرایا جاتا رہا ہے۔ قرآن پاک منزل یقین کے باب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشاہدے کی نسبت یوں ارشاد فرمایا

وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموت والارض ولیکون من الموقنین (انعام 75)

ترجمہ: "اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کی بادشاہیوں کا مشاہدہ اس لئے کرایا کہ وہ صاحب یقین ہوں"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام یقین کی اس منزل پر فائز کئے جاچکے ہیں جسے علامہ صاحب نے اس انداز میں بیان فرمایا۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

عشق ہے محو تماشائے لب بام ابھی
فرمان باری تعالیٰ ہے۔
واعبد ربک حتی یاتیک الیقین (الحجر 99)
ترجمہ: "اور اپنے رب کی عبادت کر کہ تجھے یقین کامل نصیب ہو جائے"۔
یقین مرد مومن ہے خدا کے رازدانوں میں
علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ اس یقین سے ہی فقر پر رقم ہوتی ہے اور پرانی تقدیر بدل جاتی ہے۔
غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
عمل:
علم کی ماں عمل ہے اور عمل کی یقین۔ علم ماضی و حال کی توجیہ کرتا ہے اور عمل مستقبل کی تخلیق۔ علم کا کامل عشق اور عمل کا کامل عشق۔
عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری
فرمان باری تعالیٰ ہے۔
والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ○
ترجمہ: "اور جو لوگ ہمارے اندر مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کے لئے اپنے تمام راستے کھول دیتے ہیں"۔ (العنکبوت 69)
یعنی جو بھی عملی جامہ پہن کر میدان عمل میں اترتا ہے اسکے لئے راستے ہموار کر دیے جاتے ہیں۔ علامہ صاحب فرماتے ہیں۔
یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے
اقبال کے نزدیک جب بادۂ حق کا راہی سامان عمل سے آراستہ ہو کر عازم سفر ہوتا ہے تو زمین و آسمان کی ساری مسافتیں اور دوریاں اس کے قدموں میں سمٹ آتی ہیں اور اس کے تمام راستے ہموار کر دیے جاتے ہیں اور وہ ایک ہی قدم میں بہت سے مراحل طے کر جاتا ہے۔
عشق کی ایک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں
فقر:
علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے نزدیک فقر اسلام کا دوسرا نام ہے کیونکہ تکمیل دین اسلام آقا علیہ السلام پر ہوئی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم
اور فقر کا سرچشمہ آپ ہی کی ذات اقدس سے ہے۔ الفقر منی والفقر فخری
بقول علامہ اقبال
لفظ اسلام سے یورپ کو اگر بُعد ہے تو غیر
دوسرا نام اسی دین کا ہے فقر غیور
اسی لئے علامہ صاحب خاطبوں کی طرف متوجہ ہو کر پکار کر کہتے ہیں۔
نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری
فقر کا جو فلسفہ منبروں پر بیان کیا جاتا ہے اور اسٹیج پر بیٹھ کر فقر کے مفاہیم کی بوچھاڑ کی جاتی ہے اور جس میں فقر کا نقشہ بیان کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ فقر صرف گدڑی پہننے کا نام ہے اور فقر در بدر پھرنے اور پھٹے پرانے کپڑے پہن لینے کا نام ہے تو اسی نام نہاد پاکیزہ کی اتباع پسندی کی نفی کرتے ہوئے اقبال فرماتے ہیں۔
فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضاست
کبر و ناز و طمطراق و خودنماست
گویا فقر ترک لباس، ترک ذوبیت، روپوشی، رہبانیت اور خلق خدا سے ترک تعلق کا نام نہیں بلکہ وہ استغنا و قلب ہے جو فقر سرور کائنات ﷺ ہے۔ اسی لئے تو علامہ فرماتے ہیں۔
فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر، فقر ہے شاہوں کا شاہ
اقبال کا اقبال اس فقر کا موجد ہے جو بدر و حنین کے معرکے یاد کرتا ہے کربلا کے ریگزاروں کو لالہ زار کرتا ہے اور ملت کی تقدیر اپنے خون مقدس سے رقم کرتا ہے گویا اقبال کے نزدیک فقر سرالانقلاب ہے مگر انقلاب کی مست کے تعین کے لئے رہنمائی کی ضرورت ہے اور یہ رہنمائی اگر حضوری کے سرچشمے سے ہو تو مست درست راہی ہے اور اگر دل کی حالت بے حضوری کی ہو تو مست غلط ہو جاتی ہے۔
حضوری:
علامہ صاحب کو کامل طور پر حضوری نصیب تھی اور یہ وہ مرد قلندر ہیں جن کی انتظار مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں از روئے شفقت خود حضور علیہ السلام فرمائیں میرے خیال میں اس سے بڑھ کر علامہ صاحب کا اقبال اور کیا ہو سکتا ہے:
بے حضوری ہے تیری موت کا راز
زندہ ہو تو، تو بے حضور نہیں
اسی حضوری کی دعوت دیتے ہوئے اقبال بہانگ دہل فرماتے ہیں:
آخیریت کے پردے اک بار پھر اٹھا دیں
بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقش دوئی مٹا دیں
☆☆☆